AUSTRALIAN JOURNAL OF HUMANITIES AND ISLAMIC STUDIES RESEARCH (AJHISR)
Vol.2, Issue 1, Jan-16 to Jul-16

URDU - IJTEHAD AND ITS NEED IN THE PRESENT TIMES

اجتہاد کی موجودہ دور میں اہمیت وضرورت – URDU

Naheed Arain
University of Sindh, Jamshoro, Pakistan

Samina Naz
University of Sindh, Jamshoro, Pakistan

ABSTRACT:

Praise be to Allah Almighty Who created man and placed him on the earth, sent His prophets to guide the mankind and made the Prophet Muhammad PBUH as the last and most of them all, chose Islam to be the religion that would stay applicable for all the times to come. The basic matters of creed in Islam such as tauheed, belief in the prophethood, qadr, paradise and hell, angels etc. are unanimously agreed by all those who belong to Ahlus Sunnah Wal Jamaah. However, in the matters of fiqh, there is room for disagreement. Even in the times of the beloved Prophet Muhammad PBUH there used to be occasional disagreement between the companions. When they could ask the Prophet Muhammad PBUH, they did, but when an opportunity was not available, they use to do Ijtihad. However, in order to do the ijtihad, a comprehensive knowledge of Quran, Sunnah and existing body of fiqh is required so that a person can understand the illah or the reason behind the rulings in order to deduce solutions for new problems. This article covers this important concept of Ijtihad and explains the relevant requirements regarding how and when to perform this.

Key words: Ijtihad, Islam, Mujtahid, Quran and Hadith

اجتہاد کی تعریف

اجتہاد ایک اصطلاح ہے جسے شریعت اسلامیہ میں استعمال کیا جاتا ہے جس میں ایسے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے جن کا حل ہمیں قرآن و سنت یا احادیث میں نہ مل سکے۔

اجتہاد کے لغوی معنٰی۔

اجتہاد کے لغوی معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ لغت میں اجتہاد کا مادہ "ج،ہ،د" ہے اور یہ طاقت، محنت اور کوشش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔یہ لفظ ایسی کوشش کے لیے بولا جاتا ہے جس کے ذریعے خوب سوچ سمجھ کر ایک اصولی نتیجہ نکالا جائے ۔

اجتہاد کے اصطلاحی معنٰی۔

اس کے شرعی یا فقہی معنی یہ ہیں کہ کوئی صاحبِ علم و ذکاوت اپنی صلاحیتوں کو صرف کر کے کسی نئی ضرورت کا شرعی حل تلاش کرے ۔ اس طرح اجتہاد ایک ایسی کوشش ہے کہ اس کے ذریعے کسی نئی ضرورت کا شرعی حل نکالا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں اصولیوں کے مختلف اقوال ہیں۔

علامہ زبیدی فرماتے ہیں۔

"الاجتہاد بذل الواسع فی طَلَبَ الأمر،والمرادبہ رَدُّل القَضِیّۃ مِن طَریق القیاس الیٰ الکتاب و السنۃ"[1]

اجتہاد کہتے ہیں کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنااوراس سے مراد ہے کسی مسئلہ کو قیاس کے واسطہ سے کتاب وسنت کی طرف لوٹانا۔

قاضی بیضاوی اجتہاد کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں۔

" استفراغ الجهد في درك الأحكام الشرعية ".[2]

احکام شرعیہ کو حاصل کرنے میں پوری طاقت (تمام علمی صلاحیت) کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

علامہ ابن حاجب نے اجتہاد کی تعریف اس طرح کی ہے۔

"اَلاِجتہاد اَستَفْراغ اَلفَقِیہ اَلوَاسع لتحصیل ظن بحکم شرعی"۔[3]

کسی حکم شرعی کے ظن کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ (مجتہد)کا اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

علامہ ابن ہمام اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

"اَلاِجتہاد لُغۃ بذل الطاقتہ فی تحصیل ذی کلفتہ و اصطلاحاً ذالک من الفقیہ فی تحصیل حکم شرعی ظنی"۔[4]

اجتہاد کا لغوی معنی ہے کسی مشقت طلب کام کو حاصل کرنے کے لیے طاقت صرف کرنا،اور اصطلاحی معنی ہے کسی حکمِ شرعی ظنی کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ کا اپنی علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا۔

علامہ وشتانی مالکی نے قاضی عیاض مالکی سے اجتہاد کی یہ تعریف نقل کی ہے۔

"اَلاِجتہاد بذل اَلوَاسع فی طلب الحق و الصواب فی النازلۃ" ۔[5]

پیش آمدہ مسئلہ میں حق اور صواب کو طلب کرنے کے لیے اپنی علمی صلاحیت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

فقہاء کے نزدیک مجتہد کی اہلیت کی شرائط

علامہ ابوالحسن مرغینانی صاحب ہدایہ اجتہاد کی شرط بیان کرتے ہوے لکھتے ہیں۔

"ان یکون صاحب حدیث لہ معرفۃ بالفقہ او صاحب فقہ لہ معرفۃ بالحدیث لئلا یشتغل بالقیاس فی المنصوص علیہ وقیل ان یکون مع ذٰلک صاحب قریحۃ یعرف بھا عادات الناس لان من الاحکام ما یبتنی علیھا"۔[6]

یہ کہ وہ شخص حدیث میں ماہر ہو اور اس کو فقہ کی معرفت ہو یا وہ شخص فقہ میں ماہر ہو اور اس کو حدیث کی معرفت ہو تا کہ وہ منصوص مسائل میں قیاس نہ کرے اور ایک قول یہ ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور طبّاع ہو (یعنی قیاس صحیح کر سکتا ہو) لوگوں کے عرف اور عادات کو پہچانتا ہو کیوں کہ بہت سے احکام عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔

احناف کے نزدیک ایک ایسا شخص جسے فقہ وحدیث جیسے علوم پر مکمل دسترس ہو وہ شخص اجتہاد کی اہلیت پر پورا اترتا ہے اور اس شخص کی ذہانت اور قیاس کی صلاحیت نہ صرف فقہ وحدیث پر ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کی عرف وعادات سے بھی اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔

علامہ شمس الدین مقدسی حنبلی اہلیت اجتہاد کی شرائط پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کے حقیقت اور مجاز کی معرفت رکھتا ہو اور امر، نہی، مبین، مجمل محکم، متشابہ، عام، خاص، مطلق، مقید، ناسخ، منسوخ، مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا علم رکھتا ہو اور احکام سے متعلق صحیح اور ضعیف اور متواتر اور آحاد احادیث کو جانتا ہو اور قیاس اور اس کی شرائط اور استنباط کے طریقہ کو جانتا ہو اور حجاز اور شام اور عراق میں متداول عربیت کو جانتا ہو جو شخص اکثر فقہ کو جانتا ہو وہ فتویٰ دینے اور قضاء کا اہل ہو۔[7]

علامہ زین الدین ابن نجیم مجتہد کی شرائط یوں بیان کرتے ہیں۔

"ولا یشترط حفظہ لجمیع القرآن ولالبعضہ عن ظھر القلب بل یکفی ان یعرف مظان احکامھا فی ابوابھا فی راجعھا وقت الحاجۃ ولا یشترط التبحر فی ھذہ العلوم"۔[8]

مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ تمام یا بعض قرآن کا حافظ ہو، بلکہ یہ کافی ہے کی وہ یہ جانتا ہو کی پیش آمدہ مسائل کن ابواب میں ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر سکے اور اس کے لیے ان علوم میں ماہر اور متبحر ہونا بھی ضروری نہیں۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی کے نزدیک بھی مجتہد میں ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے جن اوصاف کا ذکر علامہ زین الدین ابن نجیم

کے ہاں ملتا ہے۔

"ولا یشترط ان یکون الفقیہ محیطا بکل القرآن و السنۃ ولا ان یحیط بجمیع الاخبار الواردۃ ولا ان یکون مجتھد فی کل المسائل بل یکفی معرفۃ ما یتعلق بموضوع البحث"[9]

مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تمام قرآن اور سنت، تمام احادیث اور آثار مرویہ کا عالم ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ تمام مسائل میں مجتہد ہو بلکہ یہ کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا ہے اس سے متعلق ابحاث کا اسے علم ہو۔

درج بالا بیان کی گئی مختلف فقہاء کی مجتہد کے لیے سب شرائط قابل لحاظ ہیں اور ان میں زمانے کے پیش نظر ترمیم واضافے بھی کیے جا سکتے ہیں ۔ کیوں کہ نبی پاک ﷺ نے اجتہاد کی ہدایت فرماتے ہوئے یا کسی دوسرے موقع پر اس نوعیت کی شرائط کو متعین نہیں فرمایا چنانچہ دین کے جس معاملے میں آپ ﷺ نے تحدید نہیں فرمائی اس میں بغیر کسی ضرورت کے کوئی حدبندی نہیں کرنی چاہیے۔

کیوں کہ عین ممکن ہے کسی معالمے میں متعلقہ شعبے کے ماہر کی رائے مذکورہ شرائط پر پورا اترنے والے کی رائے سے زیادہ وقیع ہو مثال کے طور پر یہ ہو سکتا ہے کہ طب کے کسی معالمے میں ایک ڈاکٹر کا اجتہاد عربی زبان وادب کے کسی فاضل کے کسی اجتہاد کے مقابلے میں زیادہ قرین حقیقت ہو۔اسی طرح شریعت میں سود کی طرف متعین ہو جانے کے بعد اس کے اطلاق کے معالمے میں کسی ماہر معیشت کی رائے کسی عالم دین کی رائے سے زیادہ بہتر ہو سکتی ہے۔اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اجتہاد کے لیے کسی طرح کی کوئی قدغن نہیں ہے یہ دروازہ ہر مسلمان کے لیے اس کی انفرادی یا اجتماعی حیثیت میں پوری طرح کھلا ہے۔

اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت

اجتہاد کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ احکام جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں واضح بیان کر دیا گیا ہو یعنی ایسے احکامات جن کے بارے میں کسی قسم کا گمان یا شک وشبہ نہ ہو تو ایسے معاملات میں مجتہد کے لیے اجتہاد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن ایسے احکامات جو کہ غیر واضح ہوں یعنی قرآن وحدیث میں اس کی وضاحت نہ ہو تو ایسی صورتِ حال میں مجتہد کے لیے اجتہاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور قرآن وسنت سے یہی اجتہاد ثابت ہے۔

موجودہ دور میں ہم اس قدر مسائل میں الجھے ہوئے ہیں کہ ہمیں ہر لحہ شریعت کے حکم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ان حالات میں ہمیں شریعت کا حکم معلوم کیے بغیر خود کو مسائل کے حوالے نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح ہم نہ صرف مذہب سے دور ہو جائیں گے بلکہ حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے اسلامی روش سے بھی ہٹ جائیں گے لہٰذا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اجتہاد کی ضرورت کو پیش نظر رکھے اور کبھی اس سے روگردانی نہ کرے کیونکہ اجتہاد کے بغیر ایک مسلمان اپنے اسلامی تشخص کو قائم نہیں رکھ سکتا۔

قرآن اور اجتہاد

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَإِذَا جَآءَهُمۡ أَمۡرٌ مِّنَ ٱلۡأَمۡنِ أَوِ ٱلۡخَوۡفِ أَذَاعُواْ بِهِۦۖ وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡ[10]

" اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اس کو مشہور کردیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی ہے کہ امن یا خوف کے حوالے سے کوئی نیا معاملہ پیش آجائے تو عوام میں اس کی تشہیر کرنے کے بجائے پہلے ایسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے جو اس کی گہرائی تک پہنچ کر اس سے نتائج اخذ کر سکتے ہیں اور ان کی رہنمائی میں بات کو آگے چلایا جائے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی نیا مسئلہ یا واقع پیش ہو تو پہلے اس کے بارے میں متعلقہ ماہرین کی رائے لی جائے اور پھر اسے عوام کے سامنے لایا جائے، ورنہ مسئلہ براہ راست عوام کے سامنے لانے سے خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا[11]

"اے ایمان والو! فرماں برداری کرواللہ کی اور فرماں برداری کرو رسول ﷺ کی اور أُولِي الْأَمْرِ (علماء وفقہاء) کی جو تم (مسلمانوں) میں سے ہوں، پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اسے لوٹاؤ اللہ (کے کلام) اور رسولؐ (کی فرمان) کی طرف، اگر تم ایمان (ویقین) رکھتے ہو اللہ پر، اور قیامت کے دن پر، یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام"

اس آیت میں چاروں دلیلوں کی طرف اشارہ ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ سے مراد "قرآن" ہے

اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد "سنّت" ہے

أُولِي الْأَمْرِ سے مراد "علماء وفقہاء" ہیں

ان میں اگر اختلاف وتنازع نہ ہو بلکہ اتفاق ہو جائے تو اسے "اجماعِ فقہاء" کہتے ہیں.

یعنی اجماعِ فقہاء کو بھی مانو. اور اگر ان أُولِي الْأَمْرِ (علماء وفقہاء) میں اختلاف ہو تو ہر ایک مجتہد عالم کا اپنی رائے سے اجتہاد کرتے اس نئے غیر واضح اختلافی مسئلے کا قرآن وسنّت کی طرف لوٹانا اور استنباط کرنا "اجتہادِ شرعی" یا "قیاسِ مجتہد" کہتے ہیں.

اس آیت میں "اولو الامر" کی اطاعت کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "پھر اگر کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اس کو لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف" یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ اولو الامر سے مراد علماء و فقہاء ہیں۔ جس مسئلے میں ان کا اتفاق و اجماع ہوجائے وہ بھی قرآن و سنّت کی بعد قطعی دلیل و حکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا "پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں" فرماکر اولو الامر کو حکم دیا کہ جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو اسے اللہ کی کتاب اور نبی کی سنّت کی طرف لوٹادو، یہ حکم علماء و فقہاء ہی کو ہوسکتا ہے، کیونکہ عوام الناس اور غیر عالم کا یہ مقام نہیں ہے، اس لیے کہ وہ اس بات سے واقف نہیں ہوتے کہ کتاب اللہ و سنّت کی طرف کسی معاملہ کو لوٹانے کا کیا طریقہ ہے ۔

قرآن کریم کی ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔[12]

"اے دیدہ بینا رکھنے والو، عبرت حاصل کرو"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخاطب ہی اہل بصیرت کو کیا ہے۔ "یا أُولِي الْأَبْصَارِ" جس کے معنی ہیں 'اے اہلِ بصیرت! یا اے دیدہ بینا رکھنے والو! چنانچہ ان ہی کو ارشاد ہوا ہے کہ تم عبرت حاصل کرو، عبرت حاصل کرنے کے لیے گہری نظر درکار ہوتی ہے ظاہر ہے عبرت بھی انسان اسی حالت میں حاصل کرتا ہے کہ جب اس میں درست راستہ تلاش کرنے کی جستجو موجود ہوتی ہے چنانچہ اس آیت میں یہ حکم مضمر ہے کہ عزم جستجو پیدا کرو۔ اس کام

کے لیے بصارت ہی نہیں بصیرت بھی درکار ہوتی ہے ۔ چنانچہ اس ہدایت کے پورے معنی سمجھے جائیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ حالاتِ دنیا سے عبرت، بصیرت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔اس آیت سے قیاس کے حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔

احادیث نبویہ اور اجتہاد کی اجازت

اجتہاد کے بارے میں سب سے مشہور حدیث حضرت معاذ بن جبلؓ کی ہے جب نبی کریم ﷺ نے انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا جس کی سند ہمیں سنن ابوداؤد میں ملتی ہے۔

"عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْضِي فَقَالَ أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو ، فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ ، وَقَالَ : الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللَّهِ"۔[13]

جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم کس طرح فیصلہ کرو گے جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو جائے، تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو انہوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ کو تھپکا اور فرمایا کہ اللہ ہی کیلیے تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد (معاذ) کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

اس حدیث سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے سب سے پہلے ہمیں قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے اگر ان مسائل یا احکامات کا ذکر ہمیں قرآن یا حدیث میں نہ ملے تو ان مسائل واحکامات میں ہمیں اجتہاد کرنے کی اجازت ملتی ہے۔

مجتہد کے لیے اجر

اجتہاد کی اجازت کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کی اجازت ہر خاص وعام کو ہے یا نہیں صحیح مسلم کی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حاکم کا مجتہد ہونا ضروری ہے جو عالم ہو اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر اس کا فیصلہ صحیح ہے تو اس کو دو اجر ملیں گے ایک اجر اس کے اجتہاد کا ہوگا اور ایک اجر اس کی اصابت رائے کا اور اگر اس کا فیصلہ غلط ہے تو اس کو صرف اپنے اجتہاد کا اجر ملے گا۔

"عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ"[14]

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے اکہرا ثواب ملتا ہے۔

ہر عام شخص اجتہاد کرنے کا اہل نہیں بلکہ ایسی قابل اعتبار علمی شخصیت جو اپنے کسی شاگرد کی دینی علم و سمجھ میں گہرائی اور مہارت پرکھ لینے کے بعد اجازت دے۔ اس سے مراد ایسا حاکم جو عالم ہو حکم دینے کے لائق ہو اور جاہل کا حکم دینا درست نہیں، اگر وہ حکم کرے گا تو گناہگار ہوگا۔

غزوہ بنو قریظہ اور صحابہ کا اجتہاد

غزوہ احزاب سے واپسی پر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ کوئی آدمی عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک کہ بنو قریظہ میں نہ پہنچ جائے۔ اکثر صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے بنی قریظہ میں عصر کی نماز ادا کی اور وقت کی تاخیر کی کوئی پروا نہیں کی۔ جبکہ باقی صحابہ کرام نے اجتہاد کیا اور آپ کے ارشاد کا یہ مطلب لیا کہ بنو قریظہ ہی میں عصر پڑھنا مقصود نہیں ہے؛ بلکہ مقصود جلدی پہنچنا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے دوران سفر عصر کی نماز پڑھ لی۔

" عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ: "لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ"، فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ" [15]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہوئے تو ہم سے آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر نہ پڑھے لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور بعض صحابہ نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر نماز عصر پڑھیں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضاء کر لیں۔ پھر جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمائی۔

اس سے علماءِ امت نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ علمائے مجتہدین جو حقیقتاً مجتہد ہوں اور اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں ان کے اقوالِ مختلفہ میں سے کسی کو گناہ اور منکر نہیں کہا جاسکتا، دونوں فریقوں کے لیے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کرنے میں ثواب لکھا جاتا ہے۔

سعی کی شروعات صفا سے شروع کرنے پر اجتہاد

اجتہاد خود نبی کریم ﷺ نے بھی کیا جس کی حدیث ہمیں جامع ترمذی میں ملتی ہے۔

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ ثُمَّ مَضَى عَلَى يَمِينِهِ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا ثُمَّ أَتَى الْمَقَامَ فَقَالَ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَالْمَقَامُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ ثُمَّ أَتَى الْحَجَرَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا أَظُنُّهُ قَالَ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ"۔[16]

حضرت جابر سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے تو مسجد حرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا، ۔ پھر داہنی طرف چل دیئے (یعنی طواف شروع کیا) تین چکر بازوؤں کو تیز تیز ہلاتے ہوئے پورے کئے اور چار چکروں میں (اپنی عادت کے مطابق) چلے پھر مقام ابراہیم کے پاس آئے اور آیت کریمہ (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى۔ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ البقرۃ 2: 125) پڑھ کر دو رکعتیں پڑھیں اس وقت مقام ابراہیم آپ اور بیت اللہ

کے درمیان تھا۔ پھر حجر اسود کی طرف آئے اور اسے بوسہ دیا۔ پھر صفا کی طرف چلے گئے، راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ۔ البقرۃ 2: 158) یعنی صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابن عمر سے بھی روایت ہے۔ امام عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث جابر حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کی آیت (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ۔ البقرۃ 2: 158) میں صفا کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اس لیے سعی کی شروعات ہم صفا سے کریں گے۔

کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے

اجتہاد نبی کریم ﷺ کے دور سے ہوتا آیا ہے جن کا ذکر احادیث سے ہمیں ملتا ہے اس کے بعد صحابہ کرام کے دور میں بھی اگر کوئی مسئلہ پیش آجاتا تو سب سے پہلے اسے قرآن میں تلاش کیا جاتا اگر قرآن میں نہ ملتا تو پھر سنت رسول ﷺ میں اور اگر ان دونوں میں نہ ملتا تو پھر اجتہاد کیا جاتا اسی اصول کے مطابق نئے پیش آمدہ مسائل کے فیصلے ہوتے رہے صحابہ کرام براہ راست چشمہ نبوت سے فیض یاب تھے اور جناب نبی کریم ﷺ کے مزاج اور سنت کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لیے اجتہاد کے حوالے سے کسی واضح درجہ بندی، اصول و ضوابط اور دائرہ کار کے تعین کی زیادہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ البتہ بعد کے ادوار میں اجتہاد کے اصول و قوانین طے کیے گئے۔ اور ان ہی واضح کردہ اصول و قوانین کی پابندی کرتے ہوئے عملی دائروں میں اجتہاد کا سلسلہ بدستور چلتا رہا۔

ان ہی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مجتہدین اور آئمہ کرام کے اجتہادات کی بدولت منظم فقہی مکاتب فکر وجود پا گئے جنہیں آج حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور دیگر عنوانات کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ اجتہاد کا دروازہ کسی کے کہنے پر بند نہیں ہو جاتا بلکہ ضرورت پوری ہو جانے پر اس مسئلہ پر اجتہاد کی ضرورت باقی نہیں رہتی البتہ اجتہاد کے کے لیے بنائے گئے اصول و ضوابط کا تعین کرنا ضرور بند ہو چکا ہے کیوں کہ اجتہاد کا عمل ان ہی دائروں میں ہوتا چلا آرہا ہے اور تا قیامت ہوتا رہے گا۔

موجودہ صدی اور اجتہادی ادارے۔

اسلامی فقہ کے لحاظ سے سب سے پہلے حکومت مصر نے 1936ء میں ایک بورڈ تشکیل دیا جس نے مختلف فقہی مسالک اور فقہاء کے انفرادی اجتہادات میں سے ایسی آراء کو منتخب کیا جو دور حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو اور انسانی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

اس کے بعد 1935ء میں شام نے بھی اسلامی فقہ کی طرف قدم اٹھایا۔ 1948ء میں منعقد ہونی والی وکلاء کی بین الاقوامی کانفرس نے انٹرنیشنل لائرز ایسوسی ایشن کو یہ سفارش کی کہ اسلامی قوانین اور دیگر قوانین کے مابین مطالعے کو رواج دیا جائے تا کہ پوری دنیا اس فقہ سے مستفید ہو سکے۔

1951ء میں قانون کے متقابل مطالعہ کی بین الاقوامی اکیڈمی کے شعبہ قوانین مشرق کی ایک کانفرس ہفتہ فقہ اسلامی کے نام سے پیرس میں منعقد ہوئی۔ 1952ء میں دمشق میں ہونے والی انسداد جرائم کانفرس نے بھی حکومتوں سے اپیل کی کہ جرائم کی روک تھام کے لیے اپنے قانونی نظام کو اسلامی شریعت سے قریب تر کریں۔ 1951ء میں پیرس میں بین الاقوامی اکیڈمی برائے مطالعہ قوانین نے ایک بورڈ تشکیل دینے کی خواہش ظاہر کی جو فقہ اسلامی کی ڈکشنری تیار کرے جس میں فقہی مباحث کا نہایت آسان اور ہلکے پھلکے انداز میں تعارف کرا دیا جائے۔[17]

1929ء میں مصر میں حنفی، مالکی، شافعی او رحنبلی اہل علم کی ایک جماعت کی سفارشات پر وضع کیے جانے والے ایک قانون کے ذریعے ایک وقت کی متعدد طلاقوں کو قانوناً ایک ہی طلاق شمار کیاجاتا ہے۔ اسی قسم کا قانون سوڈان میں 1935ء میں، اردن میں 1951ء میں، شام میں 1953 ء میں، مراکش میں 1958ء میں، عراق میں 1909ء میں اور پاکستا ن میں 1961ء میں نافذ کیا گیا۔[18]

عصر حاضر کے چند اہم اجتہادی مسائل۔

عصر حاضر میں حالات کے اتار چڑھاؤ، نسل انسانی کے معاشرتی ارتقاء، زمانہ کے تغیرات، سائنسی انکشافات ، تکنیکی ایجادات ،طبّی مشاہدات اور مشینی مصنوعات نے صرف ایک جہان نو کی ہی تعمیر نہیں کی بلکہ بہت سے اجتہادی مسائل کو بھی جنم دیا ہے۔سماجیات، عمرانیات اور بشریات میں نئے نئے تصورات پیدا ہوگئے ہیں۔آیئے آج کے دور میں درپیش اجتہادی مسائل کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

دینی مدارس۔

دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت ،اسلامی کیلنڈر، مشینی ذبیحہ ،انتہاپسندی اور جہاد کے نام پر خودکش حملوں کی شرعی حیثیت جیسے اہم مسائل پر انتہائی توجہ کی ضرورت ہے۔

ریاست میں پیش آنے والے مسائل۔

اسلامی ریاستوں میں رویت ہلال ،فضائی سفر میں نمازوں کی ادائیگی اور روزے کا دورانیہ،ذرائع ابلاغ میں تصویر وغیرہ، اسلامی ریاست میں طرزِ حکومت ،شورائیت ،طرزانتخاب،عدالتی نظام ،احتساب کے ادارے ،ریاستی اداروں کے باہمی تعلقات اور حدود،آئینی مسائل ،غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق،خاتون کی حکمرانی،عدلیہ،انتظامیہ اور مقننہ کی خودمختاری ،بنیادی حقوق، نفسِ جمہوریت،جاگیرداری،ارتکازدولت،نفع کی حدود کا تعین،کارخانے کے منافع میں کارکنوں کا حصہ ، ٹیکسیشن اور زکٰوۃ وعشرجیسے موضوعات غوروفکر کے منتظر ہیں۔

معاشرتی زندگی۔

معاشرتی زندگی میں عورتوں کے حقوق ،شرعی طلاق کی نوعیت ،دیت اور شہادت،انٹرنیٹ اور ٹیلی فون پر نکاح وطلاق ،نومسلم بیوی اور غیرمسلم خاوند،یانومسلم خاوند اور غیر مسلم بیوی کی نوعیت،اس کے علاوہ بے شمار مسائل ہیں۔

طب کی دنیا میں۔

خون کی منتقلی، اعضاء کی پیوند کاری،آنکھوں کے عطیات ،فیملی پلاننگ ،کلوننگ، ٹیسٹ ٹیوب بے بی،ضبط ولادت کی مختلف صورتیں ،پلاسٹک سرجری ،ایڈز سے متعلق مسائل اس کے علاوہ بے شمار طبّی موضوعات کا ہمیں سامنا ہے۔

اگر امت مسلمہ کے اوپر پیش کردہ موضوعات کو دیکھا جائے تو ذہن اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ یہ سب امور محلِ اجتہاد ہیں ان کے لیے اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ہے۔

نتیجہ

درج بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اجتہاد کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے اور اس کی رہنمائی ہمیں قرآن وسنت سے ملتی ہے۔اجتہاد کا سلسلہ دور نبوت، صحابہ کرامؓ، تبع تابعین اور آئمہ کرام سے لے کر دور حاضر تک جاری ہے اور آنے والے دور کے مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے امید ہے کہ مستقبل میں بھی جاری رہے گا۔ یہ سلسلہ کسی کے بند کرنے سے ہوا ہے اور نہ ہو گا کیوں کہ فکری جدوجہد یا اجتہاد ہی ایک ایسی راہ ہے جس پر چل کر ہم اپنے فکری بحران پر قابو پا سکتے ہیں۔

مراجع واحواشي

[1] علامی زبیدی، تاج العروس، تحقیق عبدلسلام محمد ہارون، مطبوعہ مطبعۃ حکومت الکویت۔ سن اشاعت درج نہیں، ج7، ص539۔
[1] علامی زبیدی، تاج العروس، تحقیق عبدلسلام محمد ہارون، مطبوعہ مطبعۃ حکومت الکویت۔ سن اشاعت درج نہیں، ج7، ص539۔

[2] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی، منہاج الوصول الیٰ علم الاصول، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاف مصر، 1316ھ، ج3، ص284۔

[3] علامہ جمال الدین اسنوی، نہایت السؤل علی ہامش التقریر والتحبیر ج، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاف مصر، 1316ھ، ج3، ص286۔

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام، التحریر، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاف مصر، 1316ھ، ج3، ص229۔

[5] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفاوشتانی مالکی، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار لکتب العربیہ بیروت، سن اشاعت درج نہیں، ج5، ص15۔

[6] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، ہدایہ اخرین، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان، سن اشاعت درج نہیں، ص132۔

[7] علامی شمس الدین مقدسی، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم لکتب بیروت، 1388ھ، ج6، ص425۔

[8] علامہ زین الدین ابن نجیم، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، 1311ھ، ج6، ص364۔

[9] ڈاکٹر وہبہ رخیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1405ھ، ج6، ص484۔

[10] النّسآء 4 : 83

[11] النّسآء 4 : 59

[12] سورۃ الحشر 59 : 2

[13] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، ج3، مطبع رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور 2002، باب قضا میں اجتہاد کرنا، ص78۔

[14] علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج خامس، مطبع رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور 2010ء، باب حاکم صحیح فیصلہ کرے یا غلط اس کو اجر ملتا ہے، حدیث 4373، ص145۔

[15] بخاری محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ، صحیح بخاری مکتبہ ترجمان 4116 اردو بازار جامعہ مسجد دہلی 2004، ج2، باب صلوۃ الطالب والمطلوب راکبا وایماء، حدیث 946، ص115۔

[16] ترمذی امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، مکتبۃ العلم 18-اردو بازار لاہور، ج1، باب سعی صفا سے شروع کرنا چاہیے، حدیث 845، ص471۔

[17] ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جہ، فقہ حضرت عمر، ادارہ معارف اسلامی لاہور، ص8

[18] حافظ صلاح الدین یوسف، ایک مجلس کی تین طلاقیں اوران کا شرعی حل، مطبع دار السلام، لاہور، ص۲۱۹۔